جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۸)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا، وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّۃً بَعۡضُہَا مِنۡ بَعۡضٍ، وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۳۴﴾

(یہ[۵۸] اہل کتاب تم سے بحث کرنا چاہتے ہیں)۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اللہ نے آدم اور نوح، اور ابراہیم اور عمران کے خاندان[۵۹] کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر اُن کی رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا[۶۰]۔ یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور (جو کچھ کہتے اور کرتے رہے ہیں، اللہ اُس سے واقف ہے، اِس لیے کہ) اللہ سمیع و علیم ہے۔ ۳۳-۳۴

---

[۵۸] سورہ کی تمہید یہاں ختم ہوئی۔ ان آیتوں سے اب نصاریٰ پر اتمام حجت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔

[۵۹] ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عمران کے خاندان کا ذکر یہاں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ عمران بن ماتان سیدہ مریم کے والد ماجد کا نام ہے۔ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے جد مادری ہیں۔ آگے کا مضمون چونکہ اُس دعا سے شروع ہو رہا ہے جو سیدہ مریم کی والدہ نے اُن کی پیدایش کے موقع پر کی تھی، اس لیے یہاں بھی انھیں نمایاں کر دیا ہے۔

[۶۰] اشارہ ہے نبوت و رسالت اور شہادت علی الناس کے اس منصب کی طرف جو آدم اور نوح کو اُن کی انفرادی حیثیت میں اور ذریت ابراہیم کو بحیثیت جماعت عطا کیا گیا۔ ابراہیم اور عمران کے بجائے 'آل ابراھیم' اور 'آل عمران' کے الفاظ یہاں

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ : رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا، فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا، قَالَتْ: رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ، وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی، وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ، وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾

اِنھیں یاد دلاؤ وہ واقعہ جب عمران کی بیوی نے دعا کی کہ پروردگار، یہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے، اُس کو میں نے ہر ذمہ داری سے آزاد کر کے تیری نذر کر دیا ہے[62]۔ سو تو میری طرف سے اِس کو قبول فرما۔ بے شک تو سمیع و علیم ہے۔ پھر جب اُس نے جنا تو بولی کہ پروردگار، یہ تو میں نے لڑکی جن دی ہے[63] ـــــ اور جو کچھ اُس نے جنا تھا، اللہ کو اُس کا خوب پتا تھا[64] ـــــ اور (بولی کہ) لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا[65]۔ (خیر اب یہی ہے) اور میں نے اِس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور اِس کو اور اِس کی اولاد کو میں شیطان مردود سے تیری

اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

[۶۱] مطلب یہ ہے کہ ان بزرگوں کے علم و عمل اور ان کی دعوت کے بارے میں جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے بحث کرنا چاہتے ہیں، وہ سوچ لیں کہ کس سمیع و علیم ہستی کو وہ اپنی طرف سے کچھ بتانے کی جسارت کر رہے ہیں۔

[۶۲] بنی اسرائیل میں کسی بچے کو اللہ تعالیٰ کی نذر کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے خاص کر دیا جائے گا اور اس پر کھلانے کمانے اور گھر در کی کوئی ذمہ داری نہ ہو گی۔

[۶۳] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ مریم کی والدہ لڑکے کی ولادت کی توقع کر رہی تھیں اور اسی توقع پر انھوں نے اسے معبد کی خدمت کے لیے وقف کر دینے کا ارادہ کیا تھا۔

[۶۴] یہ ان کی بات کے بیچ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جملۂ معترضہ ہے۔ استاذ امام اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”والدۂ مریم کا یہ کہنا کہ ’انی وضعتہا انثٰی‘ (میں تو یہ لڑکی جنی ہوں) نو مولود سے متعلق ایک کمتری کے احساس کی غمازی کر رہا تھا اور انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنا یہ ہدیہ بہت حقیر محسوس ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی غایت درجہ رافت و رحمت سے یہ واضح فرمایا کہ والدۂ مریم تو مریم کو ایک لڑکی ہونے کی بنا پر نہایت حقیر چیز سمجھ رہی تھیں، لیکن اللہ کو خوب علم تھا کہ لڑکی کی صورت میں اُن کے پیٹ سے کیسی عظیم اور بابرکت ہستی ظہور میں آئی ہے۔“ (تدبر قرآن ۲/ ۷۷)

[۶۵] یہ سیدہ کی والدہ نے اپنے تردد کا اظہار کیا ہے کہ کہاں وہ لڑکا جس کے بارے میں میں نے سوچا تھا کہ اسے اللہ

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ، وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا، وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا، كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ، وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، قَالَ يٰمَرْيَمُ: اَنّٰى لَكِ هٰذَا، قَالَتْ: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

پناہ میں دیتی ہوں۔ (اُس کے احساسات یہی تھے)، تاہم اُس کے پروردگار نے اِس (لڑکی) کو بڑی خوشی کے ساتھ قبول فرمایا اور نہایت عمدہ طریقے سے پروان چڑھایا اور زکریا[66] کو اُس کا سرپرست بنا دیا۔ (چنانچہ) جب کبھی زکریا محراب[67] میں اُس کے پاس جاتا[68] تو وہاں اللہ کی عنایت دیکھتا تھا[69]۔ (اِسی طرح کے ایک موقع پر) اُس نے پوچھا: مریم، یہ کہاں سے پاتی ہو[70]؟ اُس نے جواب دیا: یہ اللہ کے پاس سے ہے[71]۔

تعالیٰ کی نذر کروں گی اور کہاں یہ لڑکی جو پیدا ہوئی ہے۔ اس تردد کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں معبد کی خدمت کے لیے لڑکیوں اور عورتوں کے لینے کا رواج نہیں تھا۔

[٦٦] یہ زکریا جن کا ذکر یہاں ہوا ہے، سیدنا ہارون علیہ السلام کے خاندان سے اور سیدہ مریم کے خالو تھے۔ بنی اسرائیل میں کہانت کا جو نظام قائم کیا گیا تھا، اس کی رو سے لاوی بن یعقوب کا گھرانا مذہبی خدمات کے لیے خاص تھا۔ پھر بنی لاوی میں سے بھی مقدس میں خداوند کے آگے بخور جلانے اور پاک ترین چیزوں کی تقدیس کی خدمت سیدنا ہارون کے خاندان کے سپرد تھی۔ دوسرے بنی لاوی مقدس کے اندر نہیں جا سکتے تھے، بلکہ صحنوں اور کوٹھڑیوں میں کام کرتے تھے، سبت کے دن اور عیدوں کے موقع پر سوختنی قربانیاں چڑھاتے تھے اور مقدس کی نگرانی میں بنی ہارون کی مدد کرتے تھے۔ زکریا بنی ہارون کے خاندان میں سے ابیاہ کے سربراہ تھے۔ چنانچہ اپنے خاندان کی طرف سے یہی معبد کی خدمت انجام دیتے تھے۔

[٦٧] اس سے مراد وہ محراب نہیں ہے جو ہماری مسجدوں میں امام کے کھڑے ہونے کے لیے بنائی جاتی ہے۔ بیت المقدس میں جو حجرے اور گوشے عبادت گزاروں کے لیے بنائے گئے تھے، انھیں محراب کہا جاتا تھا۔ یہاں اس سے مراد وہ خاص گوشہ اور حجرہ ہے جس میں بیٹھ کر سیدہ مریم ذکر و عبادت میں مشغول ہوتی تھیں۔

[٦٨] اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ حضرت زکریا سیدہ کی نگہداشت اور دیکھ بھال کے لیے اکثر ان کے پاس جاتے رہتے تھے، دوسری یہ کہ سیدہ اپنا تمام وقت اسی محراب میں، ذکر و عبادت میں گزارتی تھیں۔

[٦٩] اصل میں 'وجد عندھا رزقاً' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں رزق سے مراد وہ حکمت و معرفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کو عطا ہوتی ہے۔ قرآن نے یہ لفظ ایک سے زیادہ مقامات میں وحی و ہدایت کے لیے استعمال کیا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

(اُس لڑکی پر یہ تمھارے پروردگار کا کرم تھا)۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اللہ جس کو چاہتا ہے، بے حساب دیتا ہے[۷۲]۔ ۳۵۔ ۳۷

ہے۔قدیم صحیفوں میں بھی یہ تعبیر اس مفہوم کے لیے اختیار کی گئی ہے۔

[۷۰] یہ محض استفہام نہیں، بلکہ اظہار تحسین کے لیے استعجاب کا جملہ ہے۔یعنی تمھارے پاس آتا ہوں تو روحانی کمالات کے جو نفحات محسوس کرتا ہوں، یہ تمھیں کہاں سے حاصل ہوتے ہیں؟

[۷۱] سیدہ مریم کا یہ جواب کم سنی کے باوجود اُن کے پختہ علم اور فہم و بصیرت پر دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے اسے اپنے زہد و ریاضت کا کرشمہ قرار نہیں دیا، بلکہ اللہ کی عنایت اور اس کا فضل قرار دیا ہے۔

[۷۲] یہ جملہ، جیسا کہ استاذ امام نے لکھا ہے، سیدہ مریم کے جواب کا حصہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدہ کی تحسین اور اُن پر اپنے بے پایاں فضل کا اظہار ہے۔شان کلام اس سے ابا کرتی ہے کہ اسے سیدہ کے جواب کا حصہ قرار دیا جائے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org